

کسبِ معاش اور اسلامی نقطہ نظر

مفتی محمد راشد سکوی

موجودہ دور میں ایک دین دار طبقہ کم عقلی اور بے علمی کی وجہ سے یہ ذہن رکھتا ہے کہ محنت کرنے اور کمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو رزق دینے میں ہماری محنت کے محتاج نہیں ہیں، وہ ایسے بھی دینے پر قادر ہیں، لہذا ہمیں کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اعمال کے ذریعے اللہ سے لیں گے، اسباب کے ذریعے نہیں۔

تو اس بارے میں اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ایک ہے اسباب کا اختیار کرنا اور انہیں استعمال کرنا، اور ایک ہے ان اسباب کو دل میں اتارنا اور ان پر یقین رکھنا، پہلی چیز کو اپنا نامحمود اور مطلوب ہے اور دوسری چیز کو اپنا نامموم ہے۔ ہماری محنت کا رُخ یہ ہونا چاہیے کہ ہم ان اسباب کی محبت اور یقین دل سے نکالیں اور اس کے برعکس یقین اللہ تعالیٰ پر رکھیں کہ ہماری ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ چاہے تو اسباب کے ذریعے ہماری حاجات و ضروریات پوری کر دے اور چاہے تو ان اسباب کے بغیر محض اپنی قدرت سے ہماری ضروریات و حاجات پوری کر دے، وہ اس پر پوری طرح قادر اور خود مختار ہے۔ البتہ! ہم اس دارالاسباب میں اسباب اختیار کرنے کے پابند ہیں، تاکہ بوقت حاجت و ضرورت ہماری نگاہ و توجہ غیر اللہ کی طرف نہ اٹھ جائے۔

اس بات میں تو کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں کہ اللہ رب العزت ہماری محنتوں کے محتاج نہیں ہیں، لیکن کیا شریعت کا مزاج اور منشأ بھی یہی ہے؟! کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں، بالخصوص جب، اس ترک اسباب کا نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ بیوی، بچوں اور والدین کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور یہ غیروں کے اموال کی طرف حرص و ہوس کے ساتھ دیکھتا رہے، تو یاد رکھیں!!! اس طرح کے لوگوں کو شریعت اس طرزِ عمل کی تعلیم نہیں دیتی، بلکہ سیرتِ نبوی اور سیرتِ صحابہؓ تو حلال طریقے سے کسبِ معاش کی تعلیم دیتی ہے۔ ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنا کر کے کھاؤ، دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ تو نگرہ کی وجہ سے آج کے دور میں ہمارا دین و ایمان محفوظ رہے گا، ورنہ اندیشہ

ہے کہ اختیاری فقر و فاقہ کہیں کفر و شرک کے قریب ہی نہ لے جائے۔ ہاں! اولیاء اللہ اور یقین و توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز لوگوں کا معاملہ اور ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی زریں نصائح

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: گزشتہ زمانہ میں مال کو بُرا سمجھا جاتا تھا، لیکن جہاں تک آج کے زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ: اگر یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتا تو یہ سلاطین و امراء ہمیں دست و پاہ بنا کر ذلیل و پامال کر ڈالتے۔ نیز! انہوں نے فرمایا: کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا بہت بھی مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے، کیوں کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج و مفلس ہوگا تو اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوانے والا سب سے پہلا شخص وہی ہوگا:

”عن سفیان الثوری رحمه الله قال: كان المال فيما مضى يكره، فأما اليوم فهو تُرْسُ الْمُؤْمِنِ، وقال: لو لا هذه الدنانير لتمدل بنا هؤلاء الملوک، وقال: مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ مِنْ هَذِهِ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ، فَإِنَّهُ زَمَانٌ إِنْ احتَاجَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَبْدُلُ دِينَهُ“

(حلیۃ الیاء طبقات الیافیاء، سفیان الثوری، ج: ۶، ص: ۳۸۱)

توضیحات شرح مشکاۃ میں لکھا ہے: ”فیسما مضی یکرہ“، یعنی پچھلے زمانہ میں مال و دولت کو ناپسند کیا جاتا تھا، مؤمن اور متقی حضرات مال کو مکروہ سمجھتے تھے، کیوں کہ عام ماحول زہد و تقویٰ کا تھا، لوگ غریب و فقیر کو ذلیل و فقیر نہیں سمجھتے تھے، مالی کمزوری کی وجہ سے اس کے ایمان کو تباہ نہیں کرتے تھے، نیز بادشاہ اور حکمران بھی اچھے ہوتے تھے جو غریب کو سنبھالا دیتے تھے، اس لیے لوگ مال و دولت اکٹھا نہیں کرتے تھے اور اکٹھا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے، مگر اب معاملہ اس کے برعکس ہے کہ غریب و فقیر آدمی کو معاشرہ میں ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں، اور پیسے کی بنیاد پر اس کے ایمان کو خریداجاتا ہے، نیز! حکمران بھی خیر خواہ نہیں رہے، تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ غریب آدمی مالداروں اور حکمرانوں کا دستِ نگر اور دست و پاہ بن جائے گا، اور ان کے ہاتھ صاف کرنے اور میل کچیل صاف کرنے کے لیے تولیہ اور رومال بن جائے گا۔ پھر مزید لکھا ہے: جس شخص کے پاس اس مال میں سے کچھ بھی ہو وہ اس کی اصلاح کرے، مطلب یہ کہ تھوڑا پیسہ بھی ہو تو اس کو کسی کاروبار میں لگا دیم یہ اس کی ترقی و بڑھوتری ہے، یا پھر اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قناعت کے ساتھ خرچ کرے، اسراف نہ کرے۔ (ج: ۷، ص: ۳۷۵، مکتبہ عصریہ، کراچی)

کمائی کے ذرائع

کسب معاش کے بہت سے ذرائع ہیں، ان میں سے کون سا افضل ہے؟! اس کی تعیین میں سلف

کسی کی مدد کر کے ظاہر نہ کر دینا یقین رکھو تمہاری مصیبت میں غیبی ہاتھ خود بخود تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے۔ (شقیق علیؓ)

صالحین کا اختلاف ہے۔ اس بارے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین کتاب ”فضائل تجارت“ سے خلاصہً کچھ بحث ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔
حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں: تجارت، زراعت اور اجارہ۔ اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں۔ بعض حضرات نے صنعت و حرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، میرے نزدیک وہ ذرائع آمدنی میں نہیں، اسباب آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں: بہہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا، میرے نزدیک صحیح نہیں، اس لیے کہ زراعت و حرفت کمائی نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے آتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے، وہ جوتے بنا کر کوٹھی بھر لے، اس سے کیا آمدنی ہوگی؟ یا تو اس کو بیچے گا یا (پھر یہ جوتے) کسی کا نوکر ہو کر اس کا (مال) بنائے۔ یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے، اور اس سے بھی زیادہ ”بیج“ ”جہاد“ کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے، اس لیے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہے..... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے، وہ بحیثیت پیشہ کے ہے، اس لیے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم و تعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کر سکتا ہے، لہذا اگر اجارہ دینی کاموں کے لیے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہی دین کا کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے۔ میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا، اور اس کا مدار اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ کا عطیہ، اس لیے اگر کسی جگہ پر کوئی دینی کام کر رہا ہو: تدریس، افتاء وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں تنخواہ ملے، تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا، جس کو آپ بیتی نمبر: ۶، صفحہ: ۱۵۵ میں لکھا چکا ہوں کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھا..... درحقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے، جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ محض عطیہ الہی سمجھتے تھے، جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر میں نے اجارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا ہے..... اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے، اس لیے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے، وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات و احادیث ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔“ (التوبہ: ۱۱۱)

”خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے عوض)

میں اُن کے لیے بہشت (تیار) کی ہے۔“

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں، ان کے علاوہ احادیث میں ہے:

”التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء“ (سنن الترمذی، کتاب

البیوع، التجار وتسمیة النبی ﷺ، راجع، رقم الحدیث: ۱۲۰۹)

”سچا، امانت دار تاجر (قیمت میں) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

”إن أطيّب الكسب كسب التجار الذين إذا حدّثوا لم يكذبوا، وإذا ائتمنوا لم

يخونوا، وإذا وعدوا لم يخلفوا، وإذا اشتروا لم يذموا، وإذا باعوا لم يمدحوا،

وإذا كان عليهم لم يمتطأوا، وإذا كان لهم لم يعسروا۔“

(شعب الإیمان للبيهقي، الرابع والثلاثون من شعب الإیمان وهو باب في حفظ اللسان، رقم الحدیث: ۲۸۵۴)

”بہترین کمائی اُن تاجروں کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے،

وعدہ خلافی نہیں کرتے اور خریدتے وقت چیز کی مذمت نہیں کرتے (تا کہ بیچنے والا قیمت کم

کر کے دے دے) اور جب (خود) بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تا کہ

زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی

کے ذمہ نکلتا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے۔“

”عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ”التاجر الصدوق تحت ظل العرش

یوم القيامة۔“ (تحف الخیرة الہمة بزوائد المسانید الشریفة، کتاب الفتن، باب فی التواضع وتحريم دم المسلم، رقم الحدیث: ۷۷۵۴)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: سچ بولنے والا تاجر قیمت

میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔“

”عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: ”إن التاجر إذا كان فيه

أربع خصال طاب كسبه، إذا اشترى لم يذم، وإذا باع لم يمدح، ولم يدلس في

البيع، ولم يحلف فيما بين ذلك۔“ (الترغيب والترهيب، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۷۷۷۷)

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جب تاجر میں چار باتیں

آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی ہے، جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے اور

بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ) تعریف نہ کرے اور بیچنے میں گڑ بڑ نہ کرے اور خرید و

فروخت میں قسم نہ کھائے۔“

”وعن حكيم بن حزام رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: ”البيعان بالخيار ما لم يتفرقا،

فإن صدقا البيعان وبينا بورك لهما في بيعهما، وإن كتما وكذبا فعسى أن

يربحا ربحاً ويمحقا بركة بيعهما۔“ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، رقم الحدیث: ۲۱۱۳)

اگر تم کسی مرد خدا کو پہنچانتے ہو تو دیکھو کہ وہ حق تعالیٰ کے وعدہ پر زیادہ بے خوف ہے یا مخلوق کی امید پر۔ (شفیق الحقی علیہ السلام)

”حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے، جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اگر بائع و مشتری بیچ بولیں اور مال اور قیمت کے عیب اور کھرے کھوٹے ہونے کو بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہوتی ہے اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹے اوصاف بتائیں تو شاید کچھ نفع تو کمالیں، (لیکن) بیع کی برکت ختم کر دیتے ہیں۔“

”تسعة أعشار الرزق في التجارة، والعشر في المواشي، يعني: النتاج۔“

(نظام الحکومت النبویہ الحسبی التراتیب الإداریة، المقدمة الخامسة، باب ما ذکر فی الأوقاف، ج: ۲، ص: ۱۲)

”فرمایا: رزق کے نو حصے تجارت میں ہیں اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش میں ہے۔“
”أخرج الديلمي عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: ”أوصيكم بالتجار خيرا، فإنهم بُردُ الآفاق وأمناءُ الله في الأرض۔“
(حوالہ بالا)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں تاجروں کے ساتھ خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں، کیوں کہ یہ لوگ ڈاکیے اور زمین میں اللہ کے امین ہیں۔“

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ: ”کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے، پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھالے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔ اور مسلم کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔“

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے، کیوں کہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے؟! باقی اپنی زمین دوسرے کو دینا، مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز ہے اور مزارعت اور چیز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں ضروری ہے، جیسا کہ اس بارے میں اوجز المسالک، ج: ۵، ص: ۲۲۰، باب کراء الأرض میں بہت لمبی بحث کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ میں ضروری ہے۔ ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے بلکہ ہر عمل میں شریعتِ مطہرہ کی رعایت ضروری ہے، جس کو احیاء العلوم، ج: ۲، ص: ۶۴ میں مستقل باب کے تحت بیان کیا ہے، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بیع اور شراء کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے، جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو، کیوں کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہوگا، مشغلہ رکھنے والوں کو جن مسائل کی حاجت ہو۔ اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لے تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو

جائے گا، لہذا ان سے بچے گا، اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا، کیوں کہ جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا، اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے، جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کر لوں گا، تو اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے۔ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا۔ لہذا علم تجارت سے اولاً اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور یہ پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے، اور کس میں اشکال ہے۔“ (طخ من فضائل تجارت، ص: ۲۸-۷۲، مکتبۃ البشری)

ان تفصیلات کے بعد ہم سب کے لیے از حد ضروری ہے کہ ہم حد و شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے کسب معاش کریں، اور حصول معاش سے قبل اس کا علم شرعی ضرور بالضرور حاصل کر لیں، مبادا یہ کہ یہ کمائی کل بروز قیامت ہمارے لیے وبال بن جائے اور ہماری آخرت برباد ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمارے بازار میں وہی شخص خرید و فروخت کیا کرے، جس نے اپنے اس کاروبار سے متعلق علم حاصل کر لیا ہو۔

”لا یبیع فی سوقنا إلا من قد تفقہ فی الدین۔“ (سنن الترمذی، کتاب الصلاة، رقم الحدیث: ۲۸۷)

اللہ رب العزت زندگی کے ہر شعبے میں احکامات معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

اللّٰهُمَّ اَنْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلَّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَاَرْزُقْنَا عِلْمًا نَنْفَعُنَا بِهِ